ڈاکٹر نذیر احمد :

مولانا آزاد لائبریری کے ذخائر مخطوطات پر ایک نظر

ہندوستان فارسی عربی مخطوطات کا نہایت اہم مرکز رہا ہے ۔ یہاں عربی فارسی کی ان کتابوں کے ہزارہا مخطوطات موجود ہیں، جو عالم اسلام میں لکھی گئیں ، لیکن سب سے بڑے ذخائر ان کتابوں کے ہیں جو خود ہندوستان میں تصنیف ہوئیں ، ان کتابوں کے اتنے بڑے ذخیرے شاید ہی دنیا میں کہیں اور پائے جاتے ہوں ، ظاہر ہے کہ یہ ذخیرے عام اس کے کہ عالم اسلام کی کتابوں کے ہوں یا ہندوستانی تصانیف ہوں ، اکثر منتشر حالات میں ہیں، اس میں شبہہ نہیں کہ ان ذخائر کا خاصا بڑا حصہ ہندوستان کی اہم لائبریریوں اور میوزیموں میں محفوظ ہے ، لیکن جو ذخائر شخصی کتاب خانوں میں منتشر حالت میں ہیں وہ خاصے قابل توجہ ہیں ، لیکن نہ ان کی جمع آوری کی کوشش ہو رہی ہے اور نہ ان سے استفادے کے وسائل مہیا کیے جا رہے ہیں - ان منتشر ذخیروں میں نہ جانے کتنے قیمتی مخطوطات ہیں جن کی بربادی زبردست علمی خسارے کے مترادف ہے ، اس ناچیز کو خانقاہ رشیدیہ کے ایک غیر معروف ذخیرے میں دیوان حافظ کا وہ مخطوطہ ملا جس کی کتابت حافظ کی وفات کے ۳۲ سال کے اندر ہوئی تھی اور جو بعض لحاظ سے دیوان حافظ کے تمام مخطوطات پر فوقیت رکھتا ہے ، یہ مخطوطہ راقم کے اعتناء سے ۱۹۷۱ء میں پہلی بار تہران سے شائع ہوا ، اب تک اس کے سات ایڈیشن نکل چکے ہیں اور مقبولیت کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی نسخہ ہو ، کم و بیش پچیس ہزار جلدیں شائع ہو کر دنیا کے بیشتر کتاب خانوں میں محفوظ ہو چکی ہیں یہ مخطوطہ نسخۂ گورکھپور کے نام سے مشہور ہوا ہے -

سال گزشتہ کراچی میوزیم کا ایک مجموعہ زیر شمارہ M.N. ۱۹۷۲ - ۱۰۴ مطالعے میں آیا تو اس حقیقت کی پردہ کشائی ہوئی کہ یہ حسب ذیل (۱) چار کتابوں کا مجموعہ ہے :

اول فرہنگ قواس

دوم زفان گویا ناقص الاول والآخر

سوم لسان الشعراء

چہارم ترجمہ امرت کنڈ بنام حوض الحیات

اگرچہ اس مجموعے کا منقول عنہ اس لحاظ سے ناقص تھا کہ اس کے اوراق منتشر تھے ، اور کم از کم زفان گویا کا مقدمہ محذوف تھا، زیر نظر مجموعے کے کاتب کو اصل نسخے کے نقص کا اندازہ نہ ہوا ، جس کے نتیجے میں ساری کتابیں ناقص طور پر نقل ہوئیں ، اوراق صرف تتر بتر نہیں بلکہ اصل کے بعض ورق کے مندرجات کئی کئی ورق میں نقل ہیں - غرض تھوڑی سی توجہ سے

مجموعے کی چار کتابوں کا تعین ہو گیا ، اور چاروں کتابیں نادر الوجود ہیں ۔

قواس کا ایک ناقص نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں ہے ، اسی کی بنیاد پر راقم نے اس کا ایک تنقیدی متن تہران سے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا ، کراچی کے نسخے کے مقابلے سے معلوم ہوا کہ مطبوعہ نسخے کا تقریباً آٹھواں حصہ (آخری) کم ہے ، راقم نے مطبوعہ نسخے کا مقابلہ نئے دریافت شدہ نسخے سے کرکے اس کا نقص بھی دور کر دیا ہے ۔

مجموعے کا دوسرا جزء زفان گویا ہے جس کا ایک مکمل نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے ، اور تین سال ہو رہے ہیں راقم نے جلد اول کا انتقادی متن پٹنہ ہی سے شائع کر دیا ہے ، اس کی تیاری میں تاشقند کے ایک ناقص نسخے سے مدد لی گئی ہے ، آخرالذکر نسخہ اصل کتاب کا ایک جزء ہے ، تیسرے نسخے کا تعین کراچی میوزیم کے مجموعے میں ، ایک اہم ادبی انکشاف ہے ۔

مجموعے کا تیسرا جزء فرہنگ لسان الشعراء ہے ، یہ فیروز شاہ تغلق کے زمانے کا ایک لغت ہے جس کے کسی نسخے کا پتا نہیں ، سنا ہے یورپ میں کوئی نسخہ مکشوف ہے ، بہرحال اس نسخے کی دریافت بھی فارسی ادب میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے ۔

مجموعے کا چوتھا جزء حوض الحیات ترجمہ امرت کنڈ ہے ، حوض الحیات کا نسخہ کمیاب ہے ، البتہ اس کا ترجمہ (شرح) بحرالحیات کے نام سے محمد غوث گوالیاری نے کیا تھا جو دستیاب ہے ۔

خلاصہ یہ کہ ایک زیر نظر مجموعہ اپنی ندرت کے اعتبار سے اپنی آپ نظیر ہے اور میرے علم کے مطابق ہندوستان میں ایسی چونکا دینے والی دریافت سامنے نہیں آئی ہے ۔

ان مثالوں سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عربی فارسی مخطوطات برصغیر کے کونے کونے میں بکھرے پڑے ہیں ، ان کی جمع آوری وقت کا اہم تقاضا ہے ۔

مخطوطات کے لحاظ سے مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی) علی گڑھ کا ایک مخصوص مقام ہے ، بلا مبالغہ اس کتابخانے میں صدہا ایسے مخطوطات محفوظ ہیں جو نایاب روزگار ہیں ، لیکن ان کو جس طرح روشناس کرانا چاہیے اب تک روشناس نہیں ہو سکے ہیں ، اور عوام کا کیا ذکر خواص بھی ان سے استفادے سے محروم ہیں ، کتابخانے کا ذخیرۂ حبیب گنج خصوصیت سے قابل توجہ ہے ، اور حسن اتفاق دیکھیے کہ یہی ذخیرہ سب سے زیادہ روشناس ہوا ۔ ذخیرۂ حبیب گنج ، (حبیب گنج ضلع علی گڑھ) ایک کتابخانے کی حیثیت سے کافی شہرت رکھتا تھا ، اس کے بانی جناب نواب صدر یار جنگ تھے جن کی علم دوستی کا یہ عالم تھا کہ اس کتابخانے کے ہر مخطوطے کو انھوں نے پڑھا تھا اور اس پر مفید یادداشت درج کر دی تھی ، اگر یہ ساری یادداشتیں الگ سے درج کر دی جائیں تو خاصی ضخیم کتاب ہو جائے ۔ میرے خیال میں اس کی ضرورت ہے ، یادداشتیں قیمتی معلومات کا خزانہ ہوتی ہیں ، چند سال پہلے مشہور ایرانی محقق و دانشور مرزا محمد قزوینی کی

یادداشتیں ۱۰ جلدوں میں ایرج افشار نے بڑی دیدہ ریزی سے جمع کی ہیں، ان کے مطالعے سے تاریخ و ادب و زبان وغیرہ کے نہ جانے کتنے تاریک گوشے روشن ہو جاتے ہیں - عرض یہ کر رہا تھا کہ نواب صاحب مرحوم نے اپنے ذخیرے کے روشناس کرانے میں بڑی توجہ سے کام لیا تھا، انھوں نے ایک گوشوارہ تیار کیا تھا جس میں ۱۵ عنوانات اس طرح پر ہیں:

۱- الذہبیات، اس کے تحت ۹۹ وہ مخطوطات ہیں جو طلائی کام کی وجہ سے امتیاز رکھتے ہیں - ان کی مدد سے عرب، ایران، ترکی، ماوراء النہر، کشمیر، ہندوستان وغیرہ ممالک اور خطوں کے ہنر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے-

۲- الخطاطیات اس کے تحت بڑے خطاطوں کے قلم کی کتابیں درج ہیں، میر عماد قزوینی، میر علی الکاتب وغیرہ کی کئی یادگاریں اس ذخیرے میں موجود ہیں -

۳- الخطیات اس کے تحت ۳۵ مخطوطات ہیں جو مشہور مصنفوں یا اعیان ملک کی یادگاریں ہیں جیسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی -

۴- المجلدات اس کے تحت جلد سازی کے ۱۹ نمونوں کی وضاحت ملتی ہے-

۵- السلطانیات اس کے ذیل میں ان ۴۱ مخطوطات کا ذکر ہے جو سلاطین اور امرا و وزرا سے کسی نہ کسی طرح پر متعلق رہے ہیں - انھی میں ابراہیم عادل شاہ بیجاپوری کے کتابخانے کی صحیح بخاری کا مخطوطہ ہے - آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں اس نسخے کا حوالہ دیا ہے-

۶- الفتوحیات، اس کے ذیل میں دو مخطوطے ہیں جو سلاطین کے کتابخانوں سے بطور مال غنیمت ملی تھیں، ان میں ایک میر علی الکاتب کے خط میں ملا عارفی کی مثنوی گوے و چوگان ہے جو گول کنڈہ کی فتح کے موقع پر عالمگیر کو ملی تھی اور اس کے کتابخانے میں داخل ہوئی-

۷- المقامیات، اس کے تحت ۹۶ نسخے مذکور ہیں جن پر مقام تحریر درج ہے-

۸- الختمیات، ۳۶۳ مخطوطات جن میں مہریں ہیں -

۹- الاقاربیات، ۱۹ مخطوطات جن کا تعلق نواب صاحب کے اقربا سے ہے-

۱۰- الاستاذیات، ۲۴ کتابیں ہیں جن کا تعلق نواب صاحب کے اساتذہ سے رہا ہے -

۱۱- الحسنیات ان میں ۳۱ ایسے مخطوطات جو بلحاظ خط نادر ہیں، (الخطاطیات سے الگ)

۱۲- القرطاسیات اس کے ذیل میں ۱۱ قسم کے کاغذات کا بیان ہے -

۱۳- العتیقات اس کے ذیل میں ۲۳ قدیم مخطوطات کا ذکر ہے، نویں صدی ہجری یا اس سے قبل کی کتابیں، سب سے قدیم نسخہ پانچویں صدی کا ہے -

۱۴- الخطوط ، اس میں ۱۶ مختلف خطوط کی توضیح ہے۔

۱۵- المصنفیات ، اس میں ۳۸ وہ نسخے ہیں جو یا تو مصنف کے خط میں ہیں یا نسخۂ مصنف سے منقول یا نسخۂ مصنف سے مقابلہ شدہ ہیں - مثلاً امام قشیری کی الاجوبہ والاسولہ خود مصنف کے خط میں ہے ۔ اسی طرح ارتیاح الاکباد خود حافظ سخاوی مصنف کتاب ہذا کے قلم کا ہے -

اس گوشوارے سے اندازہ ہو سکے گا کہ نواب صدر یار جنگ نے اپنے کتابخانے کے مخطوطات کا مطالعہ کتنے دقیق انداز میں کیا تھا ، اس طرح کا مطالعہ کم دیکھنے میں آتا ہے ، اس گوشوارے سے کتابخانے کی کتابوں کا مطالعہ کتنا آسان ہو جاتا ہے ، لیکن یہ بات عرض کرنی ہے ، کہ جن مخطوطات کی روشنی میں یہ گوشوارہ تیار کیا گیا ہے ، ان کے علاوہ اور بھی مخطوطات ہیں جن کی اہمیت و افادیت مسلم ہے ، مثلاً ایسے مخطوطے بھی نظر آتے ہیں جن کے دوسرے نسخے موجود نہیں ، مصور مخطوطات کی حد بندی نہیں ہوئی ہے ، ایسے مخطوطات بھی نظرانداز ہوئے ہیں جو کسی مشہور کتابخانے میں قبلاً رہ چکے تھے ، ایسے مخطوطات بھی چھوٹ گئے ہیں جو بڑے بڑے دانشوروں کے مطالعے میں رہ چکے ہیں -

اس گوشوارے کے علاوہ نواب مرحوم نے وقتاً فوقتاً مختلف رسائل میں اپنے کتابخانے کے بعض اہم مخطوطات پر مقالے لکھے ہیں ، مثلاً رسالۂ معارف اعظم گڑھ کے دو شماروں نومبر ۱۹۲۲ء دسمبر ۱۹۲۲ء میں دیوان طالب آملی اور دیوان عرفی مرتبہ قاسم سراجا کا تعارف کرایا ہے ، اسی رسالے کے اکتوبر ۱۹۲۲ء کے شمارے میں اتفاقات حسنہ کے عنوان کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی قلمی تحریر کو روشناس کرایا ہے ، فروری ۱۹۲۹ء کے شمارے میں صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخے کی تفصیل درج ہے جو بلگرام کے ایک بزرگ روح الامین کا مکتوبہ ہے جس کا ذکر علامہ آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں روح الامین کے حالات کے ضمن میں کیا ہے ۔ معارف ۱۹۳۰ء میں کتابخانے کے صحیح بخاری کے نسخے کو " صحیح بخاری کا ایک عتیق نسخہ " کے عنوان سے روشناس کرایا ہے ، یہ نسخہ ابراہیم عادل شاہ بیجاپوری (م : ۱۰۳۷) کے کتابخانے کا تھا جس پر یہ یادداشت موجود ہے :

> " جلد اول صحیح بخاری بخط نسخ عرب در آخر کتاب خط حضرت شیخ المحدثین عفیف الدین کازرونی جلد سیاہ و ترنج سرخ و جدول طلا نوشتہ بابت فتح شہر محمد آباد المعروف بہ بیدر جمع کتابخانہ معمورہ عالم پناہ ابراہیم عادل شاہ خلد ملکہ شدہ ۹ شعبان ۱۰۲۸ھ "

معارف نومبر ۱۹۳۲ء میں محی لاری کی فتح الحرمین کے نسخے کا تعارف ہوا ہے ، نومبر ۱۹۳۳ء

کے اورینٹل کالج میگزین لاہور میں شیخ جمالی دہلوی کی مثنوی مرآۃ المعانی اور دیوان کے تعارف کے ساتھ ساتھ شیخ کے کلام پر تبصرہ بھی شامل ہے ، معارف دسمبر ۱۹۳۶ء میں کتابخانے کے کلام حکیم سنائی غزنوی کے چھے نسخوں کو روشناس کرایا ہے ، رمضان ۱۳۶۵ کے اسی رسالے کے شمارے میں دیوان عاشق دہلوی کے تعارف کے ساتھ اس کے کلام پر تبصرہ شامل ہے ، معارف اگست ۱۹۳۷ میں " شاہی کتابخانوں کی کتابیں (کتابخانۂ حبیب گنج میں) " کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں ۱۶ مخطوطات کا ذکر ہے ان میں ۷ سلاطین تیموریہ ہند، ایک صفوی بادشاہ ، ایک شریف مکہ ، دو سلاطین بہمنیہ بیدر ، تین قطب شاہی ، ایک عادل شاہی ، تین شاہان اودھ کے کتابخانے میں رہ چکی تھیں ، ۱۹۳۷ء ستمبر کے معارف ہی کے شمارے میں " تازہ فتوح " کے عنوان سے علامہ تفتازانی کے نسخۂ مطول کا تذکرہ کیا ہے جس کی کتابت ۸۳۹ء میں ہوئی جس پر جہانگیر کی ۹ سطری تحریر درج ہے۔

اس ناچیز نے رسالۂ فکر و نظر ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے جنوری ۱۹۶۱ء کے شمارے میں کتابخانۂ حبیب گنج کے بعض مخطوطات کو روشناس کرایا تھا۔ جن میں سے چند یہ ہیں

۱۔ کلیات سنائی ۴۸ / ۵ ، یہ نسخہ کلیات سنائی کے کلام کی ایک نئی ترتیب کی نشاندہی کرتا ہے ، اس نئی ترتیب کے دو اور نسخے میری نظر سے گزرے ہیں ، ایک انڈیا آفس لائبریری لندن کا نسخہ شمارہ ۹۲۲۷ اور دوسرا جامعۂ عثمانیہ کا نسخۂ کلیات سنائی یہ دونوں نسخے مقدمے کے علاوہ حسب ذیل دس قسموں میں منقسم ہیں:

قسم اول	در نامہ ہا وجوابہا
قسم دوم	در توحید
قسم سوم	در نعت پیغمبر
قسم چہارم	اندر موعظہ ، زہد و حکمت
قسم پنجم	در مدحیات و مراثی
قسم ششم	در غزلیات
قسم ہفتم	مقطعات ، مراثی و غزلیات
قسم نہم	کنوز الرموز ، سیرالعباد
قسم دہم	کارنامۂ بلخ

حبیب گنج کے نسخے میں قسم اول نہیں ہے - ابتدائی ۳۳ ورق غائب ہیں - یہ نسخہ ۱۰۱۲ ھ میں آگرہ میں لکھا گیا ، اس نسخے میں کافی کلام ایسا ہے جو ہنوز طبع نہیں ہوا ہے -اسی میں اس کی اہمیت کا راز مضمر ہے۔

۲ - کلیات سعدی شیرازی (۴۸/ ۹) ، کلیات سعدی شیرازی کے خاصے قدیم نسخے مل جاتے ہیں - ہمارا نسخہ جمال اسکافی نے محرم ۸۱۴ ھ میں مرتب کیا تھا -

۳ - کلیات عماد فقیہ (۴۸ / ۱۲) یہ مخطوطہ عماد فقیہ (ز: ۷۷۳ ھ) کے جملہ کلام کو حاوی ہے ، یہ نسخہ عماد فقیہ کے نسخوں میں اپنی قدامت کے لحاظ سے نہایت ممتاز ہے ، اگرچہ آخری ورق کے نہ ہونے سے تاریخ کتابت معلوم نہیں ، لیکن اس پر بہت سی یادداشتیں ہیں جن میں ایک ۸۸۸ ھ کی ہے ، املا میں بھی قدامت کے خصائص موجود ہیں - دال ذال کا امتیاز برقرار ہے ، بہت سی مہریں بھی نسخے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں -

۴- دیوان شمس طبسی (۴۸ / ۲۴) - نسخہ اپنی قدامت کی وجہ سے قابل توجہ ہے ، سال کتابت ۷۲۱ ھ لفظوں میں درج ہے ، قطب شاہی حکمرانوں کے کتابخانے کا نسخہ ہے، بادشاہوں کی مہروں سے مزین ہے-

۵- کلیات طالب آملی (۴۸ / ۳۰) - یہ نسخہ طالب آملی کی تحریروں سے مزین ہے ، اور اس لحاظ سے طالب کی کلیات کا سب سے اہم نسخہ ہے،

۶- کلیات عرفی (۴۸ / ۴۵) - یہ نسخہ ۱۰۰۷ ھ میں یعنی عرفی کی وفات کے ۸ سال کے اندر لکھا گیا ، کاتب محب علی بن حاجی یوسف شیرازی ہے ، اپنے مندرجات کے لحاظ سے بھی اس کی اہمیت مسلم ہے -

۷- کلیات فیضی (۴۸ / ۱۹ - ۲۰ - ۲۱) ، یہ کلیات فیضی کی حیات ہی میں ۹۹۵ ھ میں مرتب ہوا یہ مخطوطہ حسن ظاہر و باطن سے آراستہ ہے-

۸- دیوان شاہی (۴۸ / ۴۲) کا یہ نسخہ اودھ کے شاہی کتابخانے میں تھا ، چنانچہ نواب آصف الدولہ ، نصیر الدین حیدر اور امجد علی شاہ کی مہروں سے مزین ہے -

۹- غزلیات سعدی (۴۹ / ۹) - یہ نسخہ ۷۷۵ ھ کا مکتوبہ ہے ، کاتب احمد بن سعید ہے قدامت اور پختگی خط کی وجہ سے اہم ہے ، غزلیات سعدی کے انتقادی متن میں اس سے استفادہ ہونا چاہیے-

۱۰- دیوان جمالی (۴۹ / ۱۳۱) - جمالی دہلوی - ابراہیم لودی ، بابر اور ہمایوں کے عہد کا شاعر تھا ، اس کے دیوان کے نسخے انتہائی کمیاب ہیں ، میرے علم میں رامپور کی کلیات جمالی کے علاوہ کوئی اور نسخہ معلوم نہیں - بعض لوگوں نے جمالی دہلوی کو اشتباہاً جمالی اردستانی لکھ دیا ہے-

۱۱- مثنوی نہ سپہر (۵۰ / ۱۶) کا یہ نسخہ ۸۸۷ ھ کا مکتوبہ ہے ، اگرچہ مثنوی ڈاکٹر وحید مرزا کے اعتناء سے بمبئی میں طبع ہو چکی ہے ، اس کے باوجود اس قدیم نسخے کی اہمیت ہنوز باقی ہے-

۱۲- مثنوی مجمع البحرین (۵۰ / ۸۷) کا مصنف کاتبی نیشاپوری (م: ۸۳۸ ھ) ہے - نسخے میں تاریخ

کتابت درج نہیں البتہ قطب شاہی سلاطین کے کتابخانے میں رہ چکا ہے - ابراہیم قطب شاہ (م : ۹۸۸ ھ) ، محمد قلی قطب شاہ (م : ۱۰۲۰ ھ) اور محمد قطب شاہ کی مہریں ہیں -

۱۳- مثنوی معمیات قاسم کاہی (۵۰ / ۲۵۱) : اکبری دور کے اس شاعر کا دیوان ڈاکٹر ہادی حسن کے اعتناء سے چھپ چکا ہے ، مگر اس وقت تک معمیات کا نسخہ مکشوف نہ تھا ، ۱۹۶۱ میں اس نسخے کو متعارف کرانے کا موقع راقم الحروف کو ملا ، معمیات کا ایک ناقص مجموعہ اختر میاں جونا گڑھی کے پاس تھا جو رسالۂ اردو بابت جولائی ۱۹۵۴ ھ میں جناب غضنفر صاحب (اردو کالج کراچی) کے توسط سے شائع ہو گیا تھا - راقم نے نسخۂ حبیب گنج اور نسخۂ اختر میاں کے باہمی مقابلے سے اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۵۸ء میں شائع کیا - کاتب قصبۂ تجارہ کے متوطن محمد ظریف ولد محمد حیات تھے اور سنہ کتابت ۱۱۱۳ ھ - بعد میں ڈاکٹر ہادی حسن نے انگریزی میں ایک مفصل کتاب معمیات کاہی پر لکھی جس میں معموں کی پوری تشریح مع اصل متن کے (جو راقم کے مرتبہ نسخے پر مبنی تھا) شایع کی -

۱۴- منتخب مثنوی مسمی بہ باغ گلبن (۲۱ / ۱۹) - یہ انتخاب محمد سعد نے ۱۱۰۵ ھ میں کیا اور ۱۱۰۶ ھ میں خوش حال خاں نے اس کی کتابت کی - یہ نسخہ اودھ کے سلاطین کے شاہی کتابخانے کا ہے جس میں دو مہریں ہیں ، امجد علی شاہ کی مہر کا سجع یہ ہے :

تاریخ ہر مہر شد چوں شد مزین بر کتاب
خاتم امجد علی شاہ زماں عالی جناب

۱۵- . . جامی (۲۱ / ۹) ، یہ نسخہ مطلا و مذہب محمد محسن ہروی کے استادانہ خط میں ہے ، اور سنہ کتابت ۱۰۰۳ ھ ہے ، ۱۰۹۶ ھ میں شاہی کتابخانے میں یہ نسخہ داخل ہوا ، اس کے اوپر قابل خاں خانہ زاد عالمگیر بادشاہ کی مہر ہے ، ایک اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ بابت اموال شایستہ خاں ۴۱ جلوس میں محمد باقر کی تحویل میں آئی ، ۱۰۹۷ ھ میں امیر الامرا شایستہ خاں کو مرمت ہوئی ۴۱ سنہ جلوس میں مکرر کتابخانۂ شاہی میں داخل ہوئی -

۱۶- مرآۃ المعانی (۲۱ / ۱۳۷) : مولانا جمالی دہلوی کی یہ عارفانہ مثنوی باوجود اپنی اہمیت کے ہنوز طبع نہیں ہوئی ہے ، اس کے چند اور نسخے ملتے ہیں ، مگر اس کے باوجود اس نسخے کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے -

۱۷- مکاتیب سنائی (۲۱ / ۱۳۵) : مکاتیب کا ایک اور نسخہ کابل میں ہے ، جو رسالہ آریانا کابل میں آقای سرور گویا نے چھاپا تھا ، ان کے علاوہ مکاتیب سنائی کلیات کے دو اور نسخوں میں یعنی - کلیات سنائی انڈیا آفس لائبریری لندن ، اور کلیات سنائی عثمانیہ یونیورسٹی کابل - راقم نے ان چار نسخوں کی مدد سے مکاتیب سنائی کا ایک ناقدانہ ایڈیشن ۱۹۶۲ میں مسلم یونیورسٹی کی طرف سے شائع

کیا تھا ، جو دوبارہ ۱۹۷۷ میں کابل یونیورسٹی اور پھر تہران سے شائع ہوا ، اس کا ایک تازہ ایڈیشن نظر ثانی اور اضافے کے بعد بنیاد محمود افشار تہران کے تحت زیر اشاعت ہے - ان سارے ایڈیشنوں میں مسلم یونیورسٹی کے نسخۂ مکاتیب سے پوری طرح استفادہ ہوا ہے -

۱۸- مثنوی گوے و چوگان از ملاعارفی (   ) ، اس کا کاتب میر علی الکاتب ہے جس نے ۹۲۶ ھ میں ہرات میں اس کی کتابت کی تھی ، ترقیمہ یہ ہے :

کتبہ العبد الفقیرالمذنب علی الحسینی الکاتب غفراللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ فی اوائل شہر ربیع الاول سنہ ست و عشرین و تسعمائۃ بمدینۃ الہرات "

عالمگیر بادشاہ کو فتح گول کنڈہ کے موقعے پر ہاتھ لگی جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے :

" غرہ ذی الحجہ سال سی و یکم جلوس اقبال تحویل سہیل نمودہ شد ، تعداد اوراق سی و سہ وقیمت دو ہزار روپیہ صدو نود و دو اشعار "

۱۹- مثنوی مولانائے روم (۲۱ / ۲۱۹) :

مثنوی کا یہ نسخہ ۷۱۲ ھ کا مکتوبہ ہے ، اس پر حواشی ہیں جن کی تاریخ ۸۵۳ ھ ہے اور یہ تاریخ منظوم ہے اور تین جگہ درج ہے -

۲۰- حدائق الانوار (۲۳ / ۲۹) :

یہ امام فخر الدین رازی کی مشہور فارسی تصنیف ہے جو علاء الدین تکش خوارزم شاہ کے لیے لکھی گئی تھی ، ہمارے نسخے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ علامہ عبدالجلیل بلگرامی کی یادداشت سے مزین ہے - شروع کے ایک ورق میں علامہ نے امام رازی کے حالات لکھے ہیں ، آخر میں ان کے دستخط اس طرح ہیں :

مالکہ عبدالجلیل الحسینی الواسطی

۲۱- مذکّر احباب (۵۱ / ۱) :

یہ بخارا اور اس کے نواح کے شعراء کا تذکرہ ہے جو میر علی شیر نوائی کے بعد گذرے ہیں گویا آخرالذکر کے تذکرۂ مجالس النفائس کا تکملہ سمجھنا چاہیے اس کا مصنف بہاءالدین حسن نثاری بخاری اور سال تصنیف ۹۷۱ ھ ہے ، نسخۂ زیر نظر ۹۸۰ ھ میں سمرقند میں لکھا گیا ، کاتب میرک ہے -

۲۲- مذکّر احباب کا دوسرا نسخہ (۵۱ / ۲) نہایت خوش خط ہے ، مگر آخر سے ناقص ہے - چند سال قبل پروفیسر فضل اللہ نے حیدرآباد سے شایع کیا تھا ، مگر اب مطبوعہ نسخہ نایاب ہے -

۲۳- خلاصۃ الاشعار (۵۱ / ۲۴) :

تقی کاشی کا تذکرہ خلاصۃ الاشعار فارسی کا نہایت ضخیم تذکرہ ہے جو ہنوز طبع نہیں ہو سکا ہے ، اس کا آخری حصہ "خاتمہ" کے نام سے معاصرین سے متعلق ہے ، جو ۹۹۳ھ میں مکمل ہوا پھر اس پر اضافہ ہوتا رہا - پھر مصنف نے اس کا خلاصہ تیار کیا ، ہمارا نسخہ خاتمے کا خلاصہ ہے جس میں ۴۷۱ صفحات ہیں اور حسب ذیل ۱۹ شاعروں کے حالات و اشعار پر مشتمل ہے:

مرزا قلی میلی ، ولی دشت بیاضی ، حسین ثنائی ، ظہوری ، نظیری ، فیضی ،
عبدالسلام ، عرفی ، قاضی نورالدین ، شانی تکلو ، طوفی تبریزی ، عجزی تبریزی ،
سید محمد جامہ باف ، فکری مشہدی ، شوقی مشہدی ، سحابی نجفی -

حاشیے میں جا بجا اضافے ہیں ، جو بعض جگہ خود مصنف کے خط میں ہیں ، اگرچہ ناقص پھر بھی بڑا قابل توجہ نسخہ ہے -

۲۴- عرفات عاشقین (۵۱ / ۳۲):

تقی اوحدی کے اس تذکرے کے نسخے کمیاب ہیں ، خدا بخش اورینٹل لائبریری ، پٹنہ میں اس کا ایک نسخہ دو جلدوں میں ہے جس میں حرف "ح" کے ذیل کے شعراء کا حصہ ناقص ہے ، ہمارا نسخہ اس ضخیم تذکرے کا ایک جزء ہے جو "ح" سے "ش" تک ہے ، اس کا خط نستعلیق ہے ، اوراق ۲۸۴ ، متن و حاشیہ ، متن ۲۵ سطر ، حاشیہ ۱۸ سطر - یہ اہم تذکرہ ہنوز طبع نہیں ہوا ، اس تذکرے کے نسخے کم ہیں ، بہرحال زیر نظر نسخہ خاصی اہمیت کا حامل ہے -

۲۵- مردم دیدہ (۵۱ / ۲۹):

اس تذکرے کے نسخے کمیاب ہیں ، راقم نے معارف جولائی ۱۹۵۷ میں اس تذکرے کو متعارف کرایا تھا ، اب لاہور میں طبع ہو چکا ہے - مؤلف ناظم تبریزی ہے -

۲۶- خلاصۃ الکلام (۵۰ / ۱۹۲):

علی ابراہیم خلیل نے ۱۱۹۸ھ میں ۷۸ مثنوی گو شعراء کے حالات مثنویوں کے اشعار کیساتھ اس تذکرے میں لکھے تھے ، اس تذکرے کے چند ہی نسخے ملے ہیں ، زیر نظر نسخہ ضخیم تذکرے کا محض ایک جزء ہے جس میں ۱۴ شاعروں کے حالات مع نمونہ ہائے کلام درج ہیں -

۲۷- مونس الاحرار (۵۱ / ۳۷):

یہ ایک ضخیم بیاض ہے ، اس کا مرتب احمد بن محمد بن احمد بن محمد کلاتی اصفہانی ہے جس نے ۷۰۲ھ میں اصفہان میں یہ مجموعہ مرتب کیا تھا اس میں تیس باب کے ذیل میں ۷۵ شعراء کا منتخب کلام درج ہے ، ۷۴۱ھ میں مونس الاحرار نام کی ایک اور بیاض تیار ہوئی جس کے مرتب کا نام محمد ابن بدر جاجرمی ہے ، اس میں بھی اول الذکر مجموعے کے تیس بابوں سے ملتے جلتے تیس باب ہیں ، جن کے ذیل میں ۳۰۰ شعراء کے کلام کا انتخاب ہے ، اس آخرالذکر کا

مقدمہ پورا کا پورا اول الذکر سے لیا گیا ہے ، محمد بن بدر جاجرمی کا مجموعہ کافی مشہور ہے ، اس پر مشہور ایرانی محقق محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے (۲) دو مقالے لکھے ہیں ، ادھر چند سال پہلے صالح طبیبی نے دو جلدوں میں اسے (۳) شائع کر دیا ہے ، راقم نے اس کے ایک مصور باب کے گم شدہ اوراق و تصاویر پر ایک مقالہ انگریزی میں لکھا ہے جو زیر طبع ہے - کلاتی اصفہانی کے مونس الاحرار کے زیر نظر نسخے پر راقم کا ایک تفصیلی مقالہ فکر و نظر ، علی گڑھ ج ۲ نمبر ۴ اکتوبر ۱۹۶۱ ء میں شائع ہوا تھا - اس وقت تک مونس الاحرار کے صرف نسخہ علی گڑھ کا علم تھا، حال ہی میں راقم کو علی گڑھ کے نسخے کے منقول عنہ کا پتا چلا جو سالار جنگ میوزیم کی زینت (۴) ہے ، اس پر راقم ہی کا ایک مقالہ مجلہ علوم اسلامیہ علی گڑھ جلد ۱۷ شمارہ ۱ - ۲ میں شائع ہوا ہے ، سالار جنگ میوزیم کا نسخہ فہرست ج ۳ مخطوطہ نمبر ۱۰۳۲ میں متعارف ہو چکا ہے ، لیکن اس کا علم مجھے بہت بعد میں ہوا - غرض مونس الاحرار کلاتی کے یہی دو نسخے موجود ہیں جن میں سالار جنگ کا اصل اور علی گڑھ کا اُس کی نقل ہے -

پروفیسر مختارالدین احمد صاحب نے مسلم یونیورسٹی کے ذخیرۂ مخطوطات کی ایک نمائش کے نوادر کی فہرست تیار کی تھی ، اس میں عربی و فارسی مخطوطات کے علاوہ وصلیاں ، مکاتیب ، فرامین ، نادر مطبوعات وغیرہ شامل ہیں ، ان میں سے بعض اہم مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے :

○ صبح صادق تالیف مرزا محمد صادق (م : ۱۰۴۳ ھ) ، جو ابتدائے زمانہ سے عہد شاہجہاں تک کے واقعات پر مشتمل ہے ، پیش نظر نسخہ اس کتاب کا تیسرا حصہ ہے ، جو نایاب ہے ،

○ حقیقتہای ہندوستان مؤلفہ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی تالیف ۱۲۰۴ ھ ، تاریخ کتابت ۱۲۰۸ ، یہ نسخہ مصنف کی نظر سے گذر چکا ہے -

○ تاریخ حقی (۵) تالیف مولانا عبدالحق محدث دہلوی (م : ۱۰۵۲ ھ) ، نسخے کی کتابت مؤلف کی حیات میں ہوئی (۱۰۳۰ ھ)

○ حال نامہ بایزید انصاری مؤلفہ علی محمد بن ابوبکر قندہاری - یہ روشنیہ تحریک کی بہترین تاریخ ہے۔اس کے کسی اور نسخے کا علم نہیں - پروفیسر خلیق احمد نظامی نے رسالہ فکر و نظر شمارہ ۱۵ جنوری ۱۹۶۰ء میں اس نسخے کو روشناس کرایا تھا-

○ نفائس المآثر تالیف علاء الدولہ کامی قزوینی (۹۷۳ ھ - ۹۷۹ ھ) ، یہ نسخہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے پاس رہ چکا تھا ، ان کے تصحیحات و حواشی جا بجا ملتے ہیں - مرحومہ ڈاکٹر ام ہانی فخرالزماں نے اس تذکرے کا ایک انتقادی متن تیار کر لیا تھا جو بد قسمتی سے طبع نہ ہو سکا -

○ دیوان صائب بخط صائب ، کتابت شوال ۱۰۸۳ ھ میں اصفہان میں ہوئی -

○ دیوان صائب بخط عارف تبریزی کتابت ۱۰۸۵ ھ ، نسخہ صائب کی نظر سے گذر چکا

ہے۔

○ فتح المتعال فی مدح النعال مصنفہ احمد بن محمد مغربی (م : ۱۰۴۱ ھ) بخط مؤلف کتابت ۱۰۳۳ ھ ، مزین بہ جائزہ عبداللہ چلپی -

○ مثنوی سراپاے معشوق از غلام علی آزاد بلگرامی بقلم غالب بخط مصنف

○ حاشیہ افق المبین مصنفہ مولانا فضل حق خیر آبادی بخط مصنف

○ نفحات الانس تالیف مولانا عبدالرحمن جامی ، مکتوبہ ۸۸۳ ھ ، اس پر جامی کی تحریر ہے۔

○ تاریخ گزیدہ مصنفہ حمد اللہ مستوفی ، یہ فیضی کے پاس رہ چکی ہے جس کے دستخط اور تحریریں نسخے پر موجود ہیں - یہ نسخہ سر سید احمد خاں کے پاس بھی رہا تھا -

○ صحاح جوہری ، ابونصر اسماعیل بن حماد جوہری کے مشہور لغت کا ایک قدیم نسخہ جس کی کتابت ۶۴۸ ھ میں ہوئی ، اس پر ایک اہم تحریر محمود بن احمد بن مسعود قونوی (م : ۷۷۱ ھ) کے قلم کی ہے ، ان کی ملک میں یہ نسخہ تھا ، صحاح کا ایک نسخہ مکتوبہ ۶۴۸ ھ محمود شیرانی کے ذخیرے میں بھی تھا -

○ نہج البلاغہ ، شاید دنیا کا قدیم ترین نسخہ بخط علی بن ابی القاسم بن علی مکتوبہ ۵۳۸ ھ افضل الدین الحسن کے ذاتی نسخے سے اس کا مقابلہ ہوا ، بعض مشاہیر کی ملک میں یہ نسخہ رہ چکا ہے ، ان کی تحریروں اور مہروں سے یہ نسخہ مزین ہے - پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس نسخے کا تعارف مجلہ فکر و نظر علی گڑھ ج ۱ نمبر ۲ جولائی ۱۹۶۰ میں کرایا تھا -

○ جمہرۃ اشعار العرب مرتبہ ابوالخطاب القرشی کا مشہور مجموعہ ، کتابت ۹۹۸ ھ ، اس مشہور کتاب کا شاید قدیم ترین نسخہ -

○ تاویل المتشابہات فی الاخبار و الآیات مصنفۂ عبدالقاہر بغدادی (م : ۴۲۹ ھ) یہ نسخہ نادر الوجود ہے ، براکلمن کو اس نسخے کے علاوہ کسی اور نسخے کا علم نہ تھا-

○ سہوالمصلین ، فقہ کی ایک نایاب کتاب مکتوبہ ۸۴۱ ھ

کتاب الامتاع باحکام السماع تالیف کمال الدین ابوالفضل جعفر الشافعی (م : ۷۴۸ ھ) ، سال کتابت ۱۰۴۷ ھ

○ دیوان حسینی (ترکی) ، شاہ حسین بن منصور بن بایقرا مکنی بہ ابوالغازی (م : ۹۱۲ ھ) کے ترکی دیوان کے شاہی نسخے کا پہلا ورق ، جس پر جہانگیر کی یہ تحریر درج ہے -

" اللہ اکبر پنجم آذرسنہ ۱ داخل کتابخانۂ این نیاز مند درگاہ الہٰی شد حررہ نورالدین جہانگیر بن اکبر بادشاہ سنہ ۱۰۱۴ ھ "

ذیل میں چند اہم نسخوں کے بارے میں ایک مختصر گزارش درج کی جاتی ہے :

دیوان سراجی خراسانی (۴۹ / ۲۳) - یہ نسخہ ذخیرۂ حبیب گنج مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی میں محفوظ ہے ، مصنف کے بارے میں نواب صدر یار جنگ کو بڑی تشویش رہی ، وہ اس کی شخصیت کے تعین میں کامیاب نہ ہو سکے - راقم الحروف نے سب سے پہلے اس نسخے کو روشناس کرایا اور اس کے مصنف سراج الدین سراجی کی شخصیت کے تعین میں کامیابی حاصل کی (دیکھیے مجلہ فکر و نظر جنوری ۱۹۶۲) ، سراج الدین مکران میں تھا ، پھر دلی آیا ، شمس الدین التتمش اس وقت سریر آرائے سلطنت تھا ، سراجی اس کے وزیر نظام الملک جنیدی سے وابستہ ہوا ، چنانچہ اس وزیر اور اس کے بیٹوں کی تعریف میں دیوان میں منظومات شامل ہیں ، اس اعتبار سے یہ دلی سلطنت کا سب سے قدیم صاحب دیوان شاعر ہے جس کا کلام ہم تک پہنچا ہے ، سراجی پر راقم نے ایک مقالہ اسلامک کلچر میں بھی شائع کیا تھا ، بعد میں مجھے پروفیسر نفیسی کے کتابخانے میں ایک دوسرا نسخہ ملا ، - نفیسی صاحب کے پاس چند فارسی شعرا کا ایک مجموعۂ دیوان مکتوبہ ۸۲۱ ھ تھا ، اس میں سراجی کا بھی کلام شامل تھا ، لیکن وہ گم ہو گیا ، البتہ اس میں سے پہلا قصیدہ نفیسی صاحب نے نقل کر لیا تھا ، اس کی وجہ سے ان کے نسخے کا نقص دور ہو گیا - ہمارا نسخہ بھی اول اور آخر سے ناقص ہے ، اتفاق سے وہی پہلا قصیدہ محمد بن بدر جاجرمی کی " مونس الاحرار " میں منقول ہے ، راقم نے ان تمام معلوم مآخذ کی مدد سے دیوان سراجی کا انتقادی متن مع مفصل حواشی کے ۱۹۷۲ میں مسلم یونیورسٹی سے شایع کر دیا تھا - مجھے اس اشاعت سے بڑی طمانیت حاصل ہوئی کہ میری کوشش سے ہندوستان کے فارسی کے اولین صاحب دیوان شاعر کا کلام منظر عام پر آیا - اس ضخیم مطبوعہ دیوان کے اجزا یہ ہیں :

مقدمۂ مصحح ۱ - ۵

قصاید ۱ - ۳۱۳

مسمط ۳۱۵ - ۳۲۲

ترجیع و ترکیب بند ۳۲۳ - ۳۵۲

تعلیقات ۳۵۳ - ۵۵۰

فہارس وغیرہ ۵۵۱ - ۶۲۶

مقدمۂ انگلیسی ۱ - ۶۱

دیوان عمید لویکی : عمید لویکی کے مختصر دیوان کا یہ نسخہ راقم حروف کی سفارش پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے مولانا آزاد لائبریری کے لیے خریدا تھا ، دراصل یہ نسخہ ایک مجموعے میں ہے جس میں تین دیوانوں کا خلاصہ ہے یعنی دیوان عمید ، دیوان ازرقی ہروی ، دیوان بدرچاچ -

خریداری کے بعد اس مجموعے کے تینوں حصے الگ الگ کر لیے گئے ہیں - عمید کے دیوان کے اس خلاصے میں ۵۱ منظومات ہیں ، ان میں قصائد کے علاوہ چند مقطعات ، ایک ترکیب بند اور ایک رباعی ہے ، راقم نے دیوان عمید کا ایک انتقادی متن مجلس ترقی ادب لاہور کے زیر اہتمام ۱۹۸۵ء میں شایع کیا جس میں نسخۂ علی گڑھ کے علاوہ ۱۴ اور قصیدے ، ایک ترکیب بند ، چند قطعے ، ۸۸ ابیات متفرقہ شامل ہیں ، جن میں کل اشعار تقریباً ۲۲۰۰ ہیں - عمید کے دیوان کا کوئی اور نسخہ کہیں دستیاب نہیں - عمید کا تعلق التتمش کے بیٹے ناصر الدین محمود کے دربار سے تھا۔ اس بنا پر سراجی کے بعد کا دوسرا یا تیسرا سب سے قدیم صاحب دیوان شاعر ہے - مجھے بڑی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میری کوششوں سے اس شاعر کا کلام (۶) منظر عام پر آیا -

شرح عوارف المعارف از قاسم داود خطیب اچہ - عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی (م : ۶۳۲) کی مشہور عارفانہ تصنیف ہے ، اس کے متعدد فارسی ترجمے ہوئے جن میں سب سے قدیم قاسم داود کا ترجمہ ہے ، یہ ترجمہ سلطان تاج الدین ابوبکر ایاز کے نام معنون ہوا ، تاج الدین ۶۳۹ ھ سے ۶۴۳ ھ ملتان ، سندھ اور اچہ کا فرمانروا رہا ہے ، اس لحاظ سے قاسم داود نے انھی تاریخوں کے درمیان عوارف کو فارسی کا جامہ پہنایا ، گویا مصنف یعنی شیخ سہروردی کی وفات کے سات آٹھ سال بعد ، اس ترجمے کے دو نسخوں کا علم ہے ، ایک آصفیہ لائبریری حیدرآباد دوسرا مسلم یونیورسٹی میں جو ۱۹۷۲ء تک جناب میکش اکبرآبادی صاحب کی ملک میں تھا یہ آخری نسخہ دو جلد میں ہے ، کاتب دلشاد بن اقبال قوام اور تاریخ کتابت ۲۷ جمادی الاول ۷۵۸ ھ ہے - نسخہ اپنی قدامت اور ندرت کی وجہ سے نہایت درجہ قابل توجہ ہے ، بظن قوی یہ نسخہ ہندوستانی کتابت کا نمونہ ہے ، یہ نسخہ راقم حروف کے ذریعے اس وقت متعارف ہوا جب وہ جناب میکش صاحب کے پاس تھا ، راقم نے آگرے ہی میں اس کا مطالعہ کرکے انڈو ایرانیکا ۱۹۷۴ء میں اس پر مضمون شائع کیا تھا ، اور اس سے پہلے سخاوت مرزا صاحب نے حیدرآبادی نسخے پر ایک تشنہ مضمون فکر و نظر جولائی ۱۹۶۳ء میں لکھا ہے جس میں مترجم کی شخصیت کا تعین نہیں ہو سکا ، راقم نے اس پر ایک تکملہ مجلے کے اسی شمارے میں شایع کیا جس میں مترجم کی شخصیت کا باقاعدہ تعین اور ترجمے کی تخمینی تاریخ کا اندازہ کر لیا گیا - اس کے چند ہی سال بعد دوسرے نسخے کا انکشاف ہوا (۷) -

سرور الصدور و نور البدور ، یہ شیخ حمید الدین ناگوری کے ملفوظات کا مجموعہ ہے ، شیخ حمید الدین (م : ۶۷۳ ھ) خواجہ اجمیری کے خلیفہ تھے ، ان کے ملفوظات کے مجموعے کا یہ نسخہ جو ذخیرۂ حبیب گنج میں ہے اس لیے بہت اہم ہے کہ اس کے صرف دو اور نسخے معلوم ہیں ، ایک پروفیسر خلیق احمد نظامی کے پاس اور دوسرا پاکستان ہسٹاریکل سوسایٹی کراچی میں ، سرور الصدور کا

تعارف پروفیسر نظامی نے مجلہ فکر و نظر علی گڑھ جولائی ۱۹۶۲ء کے شمارے میں کرایا ہے۔

ملفوظات حضرت شاہ عالم: حضرت شاہ عالم (۸۴۷ - ۸۸۰) گجرات کے مشہور صوفی بزرگ تھے، ان کے ملفوظات کا ایک نادر نسخہ مسلم یونیورسٹی، آزاد لائبریری (ضمیمہ تصوف فارسی نمبر ۱۳۴) میں موجود ہے، اس میں کل ۱۷۸ اوراق ہیں - یہ نادر نسخہ ہے، اس پر ایک اہم مقالہ سید قدرت اللہ فاطمی نے شائع کیا ہے۔

فرہنگ وفائی کا قدیم ترین مخطوطہ: فرہنگ وفائی فارسی کی فرہنگ ہے جس کا مصنف حسین وفائی ہے، یہ فرہنگ ۹۳۳ھ میں شاہ طہماسپ صفوی (۹۳۰ھ - ۹۸۴ھ) کے نام پر مرتب ہوئی، یہ صحاح الفرس کے نخجوانی کے نمونے پر ۲۵ باب میں منقسم ہے، اس میں شعری مثالیں بھی ہیں، مولانا آزاد لائبریری ذخیرۂ آفتاب زیر شمارہ ۳/ ۳۵ محفوظ ہے - وفائی کے نسخے کم ملتے ہیں، ہمارا نسخہ سب سے اہم ہے - تفصیل کے لیے دیکھیے راقم الحروف کا مقالہ: فرہنگ وفائی اور اس کا قدیم ترین مخطوطہ"- مجلۂ علوم اسلامیہ ج ...، علی گڑھ

مخ المعانی تالیف امیر حسن سجزی معروف بہ حسن دہلوی:

ایک مختصر سا رسالہ امیر حسن دہلوی (م ۷۳۷ھ) کا ہے، وہ یہ رسالہ نادر و نایاب ہے، اور بقول پروفیسر نظامی اس کے کسی نسخے کا اب تک پتا نہیں چل سکا ہے - البتہ حسن دہلوی کی ملکیت مسلم ہے فوائد الفواد کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

"چہار شنبہ بیست و سوم محرم سنہ اثنی و عشر و سبعمائۂ دولت پابوس حاصل شد، امروز کاتب کتاب مخ المعانی بخدمت ایشان بردہ بود، تحسین و استحسان بسیار نمود، ہمان روز بیعتی بہ تجدید کردہ آمد، کلاہ از سر مبارک خود [برداشتہ] بر سر بندہ نہاد، دوبار این بیت بر لب دربار راند۔

در عشق تو کار خویش ہر روز
از سر گیرم زہی سروکار

از نسبت کتابی کہ بندہ بردہ بود فرمود کہ از کتابہائی کہ مشائخ نوشتہ اند روح الارواح نیکو کتابی است"۔

مخ المعانی پروفیسر نظامی کی توجہ سے روشناس ہو چکی ہے۔ (مجلہ فکر و نظر جنوری ۱۹۶۳)

درج الدرر تالیف سید اصیل الدین عبداللہ بن سید عبدالرحمن بن سید عبداللطیف شیرازی (م ۸۸۳ھ) مؤلف شیراز کے دشتکی سادات کے خانوادے کا اہم رکن تھا، یہ خاندان علم و فضل کے لحاظ سے یگانۂ روزگار خانوادہ تھا، مؤلف کا برادر زادہ امیر جمال الدین عطاء اللہ بن امیر فضل اللہ (م ۹۳۰ھ) خاندان سادات دشتکی کا گل سرسبد تھا، اس کی سیرت پر مشہور

تصنیف روضۃ الاحباب ہے روضۃ الاحباب فن سیر و رجال پر بہترین تصنیف قرار دی جاتی ہے ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں :

بالفعل نسخۂ صحیح روضۃ الاحباب میر جمال حسینی اگر بہم رسد کہ خالی از الحاق باشد بہتر از ہمہ تصانیف این باب است -

درج الدرر فی میلاد سید البشر ہرات میں ۸۶۳ھ - ۸۶۷ھ کے درمیان (۸) مدون ہوئی بقول مصنف یہ کتاب ان کی مفصل و مطول کتاب المجتبیٰ فی سیرۃ المصطفیٰ کا خلاصہ ہے جو شاد ملک بیگم نوۂ امیر زادہ جہانگیر بن امیر تیمور کے نام معنون ہے - اس میں بارہ مجلسیں ہیں ، اور ہر مجلس کے خاتمے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک نعت ہے ، جو جامی و سعدی اور کمال کے کلام سے لی گئی ہے ،

درج الدرر کا نسخہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے ذخیرے (شمارہ ۹۹ / ۴۴) میں ہے کاتب نسخہ مشہور مصنف و شاعر مولانا معین الدین فراہی متخلص بہ مسکین (م : ۹۰۷ھ) ہیں - معین الدین فراہی کی سیرت رسول صلعم پر مشہور ترین کتاب معارج النبوہ ہے جس کے نسخے عام ہیں اور جو زیور طبع سے آراستہ بھی ہو چکی ہے - یہ معین مسکین وہی بزرگ ہیں جن کا دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے نام سے چھپ چکا ہے -

معین مسکین کا شمار نستعلیق نویس خطاطوں میں ہوتا ہے جیسا کہ ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے ، لیکن ان کی کتابت کا کوئی نمونہ نہیں ملتا تھا ، درج الدرر کا پیش نظر ضخیم مخطوطہ انھی کے خط میں ہے اس لحاظ سے یہ نسخہ نہایت بیش قیمت ہے ، مزید براں نسخے کی کتابت تالیف کتاب کے ۲۲ سال کے اندر یعنی ۸۸۹ھ میں ہوئی اور مصنف کے اپنے ذاتی نسخے سے مقابلے کا کام بھی ۸۸۹ھ میں انجام پذیر ہوا - یہ تاریخ تقریباً ہر مجلس کے آخر میں درج ہے ، اور نسخے کے آخر میں یہ عبارت ہے :

تمت الکتاب درج الدرر فی شہر ذی الحجہ سنہ تسع و ثمانین و ثمانمائۃ قوبل مع نسخہ مصنف (سید اصلیل الدین تغمدہ اللہ بغفرانہ و سکنہ فرادیہ) بعی العبد المسک معین مسکین تجوزاللہ عنہ و قدتم فی اواخر ذی الحجہ سنہ تسع و ثمانین و ثمانمائہ -

اس نسخے پر امانت خاں اور لطف اللہ خاں خانہ زاد شاہ عالمگیر کی مہریں ہیں - غرض ہر لحاظ سے یہ نسخہ نادر الوجود ہے -

ترجمۂ صور صوفی - اس کتاب کا نام صور الکواکب ہے ، مصنف عبدالرحمن بن عمر بن سہل صوفی رازی (م : ۳۷۶ھ) اور سال تالیف ۳۵۳ھ ہے ، مصنف نے یہ کتاب عضدالدولہ دیلمی کے نام پر لکھی تھی ، استاد احمد معمار تاج محل کے بیٹے لطف اللہ مہندس نے ۱۰۵۰ھ میں باپ

کے حکم کے بموجب اس کو فارسی میں منتقل کیا - ترجمے کے مقدمے میں ہے:

چنین گوید محتاج الی اللہ القادر الغفار لطف اللہ بن النادر المعمار مدظلہ علی روس الاولاد ... کہ چوں اشارت آنحضرت بسوی این فقیر حقیر شد کہ کتاب عمدۃ الاسلام ذروۃ الانام مولانا عبدالرحمن ابن صوفی افاض اللہ سابیب الغفران ...... کہ در معرفت انجم ثابتہ کتابیست معتد و رسالہ ایست کافیہ جہت عموم فایدہ کلام و سہولت فہم مرام بعبارت فارسی سادہ ترجمہ کردہ آید ...... الحمد للہ و المنہ کہ در فرصت اندک ہمگی بوجہ احسن و شایستہ میسر شد و سنہ یکہزار و پنجاہ ہجری اتمام پذیرفت اما احسن و شایستہ وقتی کہ ازنظر مبارک والد بزرگوار من بگذرد و بعین عنایت و چشم مکرمت نگاہ کنند و قبول بفرمایند -

نسخے کے آخر کی چند یادداشتیں نہایت اہم ہیں:

ہزار در ہزار حمد ایزد دادار کہ ترجمۂ کتاب صورصوفی حسب الحکم قبلۂ صورت و معنی ، کعبہ ظاہر و باطن ، خداوند حقیقت و مجاز ابویم المسمی باستاد احمد و المخاطب بنادر العصر سلمہ اللہ تعالی من بلیات الزمان و آفات الدّہر بآخر رسید واتمام پذیرفت بعونہ و حسن توفیقہ تمت -

اسی صفحے پر حسب ذیل تحریر سے واضح ہے کہ لطف اللہ مہندس ہی نے اس نسخے کی کتابت کی ہے:

بقلم شکستہ رقم لطف اللہ کہ مؤلف این رسالہ و مترجم این مقالہ است کتاب باتمام رسید ...

اس کے بعد والے صفحے پر لطف اللہ کے بڑے بھائی عطاء اللہ کی کچھ کٹی پٹی تحریریں ہیں جن کی فی الحال کوئی اہمیت نہیں ہے -

اس نسخے کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ پوری کتاب لطف اللہ مہندس کے خط میں ہے جو خود مترجم کتاب ہے ، نیز اس ترجمے کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں -

یہ اطلاع دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ خواجہ نصیر الدین طوسی (م: ۶۷۲ ھ) نے قبلاً صور الکواکب کو ۶۲۷ ھ میں فارسی میں منتقل کر دیا تھا اور اس کا ایک نسخہ خود خواجہ طوسی کے خط میں ایا صوفیہ کے کتابخانے میں موجود ہے ، اس کے صفحۂ اول اور صفحۂ آخر کی یادداشتوں

معلوم ہوتا ہے کہ ایل خانیوں کے خاتمے کے بعد یہ نسخہ آل جلائر کے شاہی خزانے میں منتقل ہوا ۸۰۵ ھ میں سلطان احمد جلائر کے پاس بغداد میں تھا ، اس کے بعد الغ بیگ کے پاس آیا ، آخر میں استنبول منتقل ہوا ، اسی نسخے سے ایک عکسی چھاپ آقای مہدوی کی تصحیح و تعلیق کے ساتھ بنیاد فرہنگ ایران نے ۱۳۵۱ / ۱۹۷۳ء میں نشر کیا ہے -

اسولہ و اجوبۂ رشیدی ۔ یہ مشہور مورخ و ادیب رشید الدین فضل اللہ وزیر غازان خان (م ۷۱۸ ھ) کی تصنیف ہے جس میں حسب ذیل بارہ علوم پر سوال و جواب کے انداز میں دلچسپ معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں

۱ - علم تفسیر
۲ - علم آثار و احادیث
۳ - علم فقہ
۴ - قصص الانبیا
۵ - علم طریقت و سلوک و کلمات مشائخ
۶ - علم حقیقت و عرفان و ذوقیات
۷ - علم اصول دین
۸ - علم الہیات
۹ - علم طبعیات
۱۰ - علم منطق
۱۱ - علم طب
۱۲ - علم ہیئت

اس کے چار پانچ نسخے ملتے ہیں ، تین ترکی میں ، ایک ایران میں اور ایک ہندوستان میں ترکی کا ایک نسخہ عربی (۹) میں ہے جو سلطان احمد سوم کے توپ کاپی محل میں ہے دو فارسی میں ہیں ایک ایا صوفیہ میں اور دوسرا سلیمی کتابخانہ ادرنہ میں ، ان تینوں نسخوں کا مفصل تعارف کرانے کے لیے پروفیسر زکی ولیدی طوغان نے ۱۹۵۵ء میں " International Congress of Bazantien Studies " کے دسویں جلسے میں اس عنوان سے ایک مقالہ پڑھا تھا:

A document concerning cultural relations between the Ilkhanids and Bazantien

جو بعد میں " ریویو آف دی اسلامک سٹڈیز " (استنبول) ج ۳ شمارہ ۳ - ۴ ، ۱۹۵۹ - ۶۰ میں شائع ہوا تھا - ایرانی نسخے پر جعفر سلطان القرائی کا ایک مقالہ تہران کے مجلۂ مہر ج ۸ ، شمارہ ۳ - ۴ ،

۱۳۳۱ شمسی / ۱۹۵۳ میں شایع ہوا تھا ، چوتھا نسخہ مولانا آزاد لائبریری ، ذخیرۂ اٹاوہ میں ہے جو ۹۴۴ ھ کا مکتوبہ ہے اس کا تعارف پروفیسر نظامی نے مجلہ فکر و نظر اکتوبر ۱۹۶۲ میں کرایا پھر جولائی ۱۹۶۶ میں اسلامک کلچر میں ایک مقالہ شائع کیا ، راقم حروف کے کئی مطالعے اس کے تعلق سے ہیں پروفیسر نظامی نے علی گڑھ کے مخطوطے کے علاوہ کسی اور مخطوطے کا ذکر نہیں کیا - (دیکھیے میرا مقالہ

Rashid -ud- Din Fadlullah: Studies in His Medicine & Science

ج ۱۰ - ۱۱ ، جامعۂ ہمدرد ، نئی دہلی)

جہانگشای جوینی مع تین رسائل

مولانا آزاد لائبریری (ذخیرۂ سبحان اللہ) میں زیر شمارہ ۱ / ۹۵۸ ایک مجموعہ ہے جس میں حسب ذیل کتابیں شامل ہیں -

۱ - تاریخ جہانگشای جوینی ، تین جلدیں	ورق ۱ ب - ۱۶۲ ب
۲ - کیفیت واقعۂ بغداد	ورق ۱۶۲ ب - ۱۶۴ ب
۳ - تسلیۃ الاخوان	ورق ۱۶۴ ب - ۱۷۴ ب
۴ - خلاصۂ راحۃ الصدور راوندی	ورق ۱۷۵ - ۲۰۸ الف

اس مخطوطے کی حسب ذیل خصوصیات ہیں :

الف - اس کے سارے اجزاء ایک ہی خط میں ہیں ، انھی اجزاء پر مشتمل ایک مجموعہ پیرس کی نیشنل لائبریری میں ہے جس کا تعارف مرزا محمد قزوینی نے مقدمۂ جہانگشای جوینی میں نسخہ " ج " کے نام سے کرایا ہے ، لیکن اس کے آخری دو جزء جدید قلم میں ہیں -

ب - تاریخ کتابت ۹۹۸ ھ جو خلاصۂ راحۃ الصدور کے خاتمے پر درج ہے -

ج - کاتب کا نام نہیں ہے ، لیکن مقام کتابت قبۃ الاسلام بلخ ہے -

د - اس مخطوطے کا نہ کوئی ورق غائب ہے اور نہ بے ترتیب -

ہ - نسخہ عمدہ نستعلیق خط میں ہے -

و - سائز ۹ ، ۱۲ × ۸ ، جدول طلائی ، چار سرلوح طلائی ، ہر صفحے میں ۱۳ سطریں ہیں ، عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں -

تاریخ جہانگشای جوینی کی تدوین میں مرزا محمد قزوینی نے تصحیح متن کی جو شاندار روایت قایم کی ، اس پر بصورت موجودہ کوئی قابل ذکر اضافہ ممکن نہیں ، لیکن محمد شاہ اصفہانی نے ۹۹۸ ھ میں جہانگشای جوینی اور رسالہ تسلیۃ الاخوان پر جو مجموعہ تیار کیا تھا ، اس سے مرزا صاحب نے استفادہ نہیں کیا ہے ، اگر نسخۂ بالا اور نسخۂ علی گڑھ کا بھی استعمال ہو سکے تو جہانگشای جوینی کے

متن میں سودمند اضافے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

"کیفیت واقعۂ بغداد" جو مجموعے کا دوسرا مختصر جزء ہے، وہ ذیل جہانگشا کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

مجموعے کا تیسرا جزء تسلی یا تسلیۃ الاخوان (۱۰) ہے، جو ڈاکٹر ماہیار کے اعتناء سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ اس کی بنیاد محمد شاہ اصفہانی کے نسخے پر ہے جس کی کتابت ۶۹۸ھ کی ہے، لیکن ضرورت ہے کہ ہمارے نسخے کے اس جزء کا استعمال، تسلیۃ الاخوان کے انتقادی متن کی تیاری میں ہو جس کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

مجموعے کا چوتھا جزء خلاصۂ راحۃ الصدور ہے، راحۃ الصدور راوندی آل سلجوق کی تاریخ ہے اس کا مصنف محمد بن علی بن سلیمان راوندی ہے جس نے ۵۹۹ میں یہ کتاب لکھنی شروع کی اور دو سال میں اس کو مکمل کرکے سلاجقۂ روم کے غیاث الدین کیخسرو (۵۹۷ھ - ۶۰۱ھ) کے نام معنون کی - راحۃ الصدور اگرچہ نہایت اہم کتاب ہے، لیکن اس کا صرف ایک ہی نسخہ مکتوبہ ۶۳۵ھ، پیرس کی نیشنل لائبریری میں باقی رہ گیا تھا، اس کی بنیاد پر پروفیسر محمد اقبال نے اس کا ایک تنقیدی متن تیار کیا جو ۱۹۲۱ میں گب میموریل سیریز میں لائڈن سے شائع ہوا جس کو مرزا محمد قزوینی نے تصحیح متن کا نہایت نفیس نمونہ قرار دیا - اس کی تصحیح فاضل مرتب نے نیشنل لائبریری کے خلاصۂ راحۃ الصدور کے نسخے سے بھی کی ہے - گویا یہ خلاصہ جس میں راحۃ الصدور کے بیشتر اشعار اور کچھ غیر ضروری مطالب حذف کرکے اصل عبارت برقرار رکھی گئی تھی، راحۃ الصدور کا دوسرا نسخہ تھا، اس سے راحۃ الصدور کی تصحیح میں بڑی مدد کی توقع تھی، قابل ذکر بات یہ ہے کہ نیشنل لائبریری کے مخطوطے کے آخری دو جزء یعنی تسلیۃ الاخوان اور خلاصۂ راحۃ الصدور جدید قلم میں ہیں، اور علی گڑھ کے مجموعے میں یہ دونوں بھی پورے مجموعے کے کاتب کے خط میں ہیں، اس لیے ان کی اہمیت پیرس کے نسخے سے زیادہ ہے اسی بنا پر راحۃ الصدور کے تنقیدی متن میں یہ نسخہ مفید ہو سکتا ہے - یہ خلاصہ خاصا اہم ہے اور اسی بنا پر مرزا محمد قزوینی اس کے اور تسلیۃ الاخوان کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، مگر بظاہر وہ اس خیال کو عملی جامہ نہ پہنا سکے، راقم حروف اس کی ترتیب و تصحیح کی طرف متوجہ ہے -

مولانا آزاد لائبریری کے مخطوطات کی داستان دراز ہے، لیکن میں فی الحال اپنی گفتگو یہیں پر ختم کرتا ہوں، ضرورت ہے کہ یہاں کے نادر اور بیش قیمت مخطوطات پر مقالے لکھے جائیں تاکہ اہل علم کو اس قیمتی کتابخانے کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو اور وہ ان ذخائر سے استفادہ کریں، یہی مخطوطات کی جمع آوری اور نگہداشت کا اصل مقصد ہے -

نذیر احمد

۱۲ - اپریل ۱۹۹۳ء

حواشی

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے ، "تحقیق" چھٹا شمارہ ، شعبۂ اردو ، سندھ یونیورسٹی ، ۱۹۹۲ ، ص ۲۹۷ بعد -

(۲) ایک مقالہ "Bulletin of Oriental & African Studies" ج ۵ ، ۱۹۲۸ - ۱۹۳۰ میں انگریزی زبان میں شائع ہوا ، دوسرا مقالہ ان کی مشہور کتاب بیست مقالۂ قزوینی میں شامل ہے -

(۳) پہلی جلد ۱۳۳۷ شمسی / ۱۹۵۹ء میں اور دوسری جلد ۱۳۵۰ / ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی -

(۴) مونس الاحرار کے اس نسخے کا مختصر تعارف سعید نفیسی صاحب کے ایک مضمون شامل "ارمغان علمی" کے ذریعے ہوا تھا -

(۵) پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس کا نام ذکر ملوک لکھا اور نسخے کا سال کتابت ۱۰۳۱ درج کیا ہے ، پھر اس تاریخ کو بڑی تفصیل سے روشناس کرایا ہے (مجلہ فکر و نظر ج ۲ شمارہ ۱۵ جنوری ۱۹۶۰) - اس نسخے سے ایک قدیم نسخہ خدا بخش کتابخانے میں ہے -

(۶) افسوس ہے کہ مطبوعہ نسخہ غلطیوں سے پُر ہے ، نہ مجھے پروف دیکھنے کا موقع ملا اور نہ فہرست وغیرہ تیار کرنے کا -

(۷) اس نسخے کا انکشاف اس طرح ہوا کہ ۱۷ - اکتوبر ۱۹۷۲ء کو میکش صاحب جامعۂ اردو کی ایک میٹنگ میں علی گڑھ آئے تھے ، وہیں میری ملاقات میکش صاحب سے ہوئی ، انھی ایام میں دیوان حافظ کا معرکۃ الآرا نسخہ میرے اعتنا سے تہران سے چھپ کر عام ہو گیا تھا ، میکش صاحب نے اس نسخے کے ضمن میں اپنے قلمی نسخوں کی بربادی کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ عوارف المعارف کا ایک قدیم ترجمہ ان کے پاس ہے اور وہ بھی خراب ہو رہا ہے قاسم داود کے ترجمے پر یادداشت لکھ ہی چکا تھا ، اس سے میکش صاحب کے نسخے کا شوق اتنا غالب ہوا کہ دوسرے دن صبح ان کے دولت خانے آگرے پہنچا ، انھوں نے نسخہ لا کر دیا تو میری حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا جب میں نے دیکھا کہ قاسم داود کے ترجمے کا نہایت اعلیٰ اور مکمل نسخہ ہے ،

(۸) خاتمہ مجلس اول صفر ۸۶۳ ، مجلس دوم یکم ربیع الاول ، مجلس سوم ۲۶ ربیع الاول مجلس چہارم ربیع الاول ۸۶۷ ، مجلس پنجم تاریخ ندارد ، مجلس ششم ربیع الاول ۸۶۷ ، مجلس ہفتم ۲۳ ربیع الاول ۸۶۷ ، مجلس ہشتم تاریخ ندارد ، مجلس نہم ربیع الثانی ۸۶۷ الخ

(۹) رشید الدین فضل اللہ کی تقریباً ہر تصنیف عربی و فارسی دونوں زبانوں میں ہے ، (دیکھیے

براون : تاریخ ادبیات فارسی ج ۳ ص ۶۸ ببعد۔)

(۱۰) تسلیۃ الاخوان میں عطا ملک جوینی نے اپنے خاندان کے خلاف ان سازشوں کی نقاب کشائی کی ہے جو اس کے دور تسلط کے اواخر میں ظہور میں آئیں ، اس رسالے میں جوینی نے جس کردار کا مظاہرہ کیا ہے ، وہ منگولوں کے دور میں عنقا تھا ، کردار کی یہ بلندی اس کی مشہور تصنیف تاریخ جہانگشا میں بھی نہیں ملتی ، ڈاکٹر مومن محی الدین نے مجلۂ علوم اسلامیہ ج ۲ شمارہ ۱ (جون ۱۹۶۱) میں اس کتاب پر ایک عالمانہ مضمون لکھا ہے

مقالے کا عنوان علاء الدین عطا ملک جوینی ہے ، لیکن پوری بحث تسلیۃ الاخوان پر مبنی ہے ، اگر عنوان میں اس رسالے کا بھی نام ہوتا تو تسلیۃ الاخوان پر جو گمنامی کا دبیز پردہ ہے پڑا نہ رہ جاتا۔

....